مجلس علمیہ، رابطۂ مدارس، دینی مدارس بورڈ تلنگانہ وآندھراپردیش کے زیر اہتمام

نظماء مدارس وذمہ داران مدارس کا اجلاس

بہ عنوان

دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت اور طریقہ کار

خطاب از

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم

(ناظم مدرسہ اشرف العلوم، حیدرآباد)

ضبط وترتیب

مفتی محمد عرفان زمزم قاسمی

(ناظم مدرسہ اصلاح البنات، وکاس نگر، کاماریڈی)

رابطہ نمبر

9553863625, 7013202916

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

دینی مدارس میں عصری علوم کی شمولیت اور طریقۂ کار

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له و نشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيراً ونذيراً

نہایت قابل احترام اکابرین عظام اور دور ونزدیک سے تشریف لائے ہوئے انتہائی محترم معزز اساتذۂ کرام اور ذمہ داران مدارس!

تمہیدی گفتگو:

مجمع میں یقیناً بہت سارے علماء جونیر ہیں اور مدارس کے ذمہ داران ہیں مدرسین اور مکاتب چلانے والے حضرات ہیں، موضوع بہت حساس ہے، بہت نازک ہے، میں ہمارے محترم اور معزز نائب ناظم مجلس علمیہ کو اطمینان دلانا چاہتا ہوں کہ لوگوں کے تبصرے میں آپ اکیلے نہیں ہیں ہم بھی اس کے اندر شامل ہیں، اب سے نہیں ۱۵؍سال سے ماڈرن مولوی ہونے کا طعنہ سن رہے ہیں، اور اپنا کام کئے جارہے ہیں، آپ ہمت وحوصلہ رکھیں ان شاءاللہ یہ تبصرے تو ہمارے لئے حوصلہ بڑھانے والے

ہیں، حوصلہ گھٹانے والے نہیں ہیں، ان شا اللہ کام ہوتا رہے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو حضرات ایسی باتیں یا ایسا تبصرہ کرتے ہیں ایک درجہ میں ہمیں انہیں معذور بھی سمجھنا چاہئے، اس واسطے کہ ابھی تک ہم نے ان کو مدارس میں عصری تعلیم کا قائل نہیں کرایا ہے، یہ کام ہی نہیں ہوا ہے، اسی وجہ سے میں نے مولانا عبیدالرحمن صاحب سے کہا تھا کہ اپنی ترتیب صحیح نہیں ہے، ترتیب نیچے سے آنے کی تھی، ہم اوپر سے آرہے ہیں، پہلے نصاب کی بات کر رہے ہیں، پہلے اس کے قائل ہی نہیں کیا کہ یہ کام کرنا ہے، اس لئے گڑبڑ ہو رہی ہے اور ہمارے حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ بھائی کیوں مدرسہ میں پڑھایا جائے، اس واسطے کہ سب مدارس چلانے والے ملک کے حالات اور امت کی ضروریات کا پورا پورا احساس نہیں رکھتے، مدرسہ چلاتے ہیں الحمدللہ اس کا فائدہ بھی ہو رہا ہے، نفع بھی ہو رہا ہے، لیکن اسی کو زیادہ مؤثر کیسے بنایا جائے، اسی کو مقاصد کے مطابق کیسے کیا جائے، کہ بھائی اصل مدرسہ کا مقصد کیا ہے، بچہ کا حافظ بن جانا، عالم بن جانا یہی مقصد ہے، یا یہ مقصد ہے مسلمانوں کی حفاظت، دین اسلام کی حفاظت، دین اسلام کا دفاع، یہ اہم ترین مقاصد ہیں، اس لئے بہت بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کا عالم محتاج ہے اور وسائل مدارس کے اندر فراہم کرنے کی بات ہو رہی ہے، ہر زمانہ میں الگ الگ وسائل ہوتے ہیں۔

پروگرام کا موضوع و مقصد:

ایک ہے مواد ہمارے نصاب کا، ایک ہے اس کے مقاصد تک اس کو پہنچانے

کا، تو ظاہر ہے کہ ہم یہ بات ہرگز نہیں کر رہے ہیں کہ دین کا جو نصاب ہے، دین کا جو مواد ہے اس مواد میں ردوبدل کریں، اس میں جدیدیت پیدا کیجئے، اس نظام کو ختم کیجئے یہ بات نہیں ہو رہی ہے، بات یہ ہو رہی ہے کہ اس کتاب وسنت کی تعلیم کے بعد جو پروڈکٹ تیار ہو رہا ہے، جو علماء نکل رہے ہیں ان علماء کی ذمہ داری کیا ہے، اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے وسائل اور ذمہ داری کو ادا کرنے کے ذرائع ان کے پاس نہیں ہیں، اس دورے کے حساب سے، ماضی کی بات نہیں ہے، میں اپنی بات کہتا ہوں کہ میں اب تک الحمدللہ جو بھی اللہ نے خدمت لی کام کیا ہوں، ہو گیا ہے کام، لیکن یہ ہے کہ اب ہماری آنکھیں اپنے تجربے میں دیکھ رہی ہیں، ہماری ۴۲/ بیالیس سالہ خدمات میں سے ۲۱/ اکیس سال میں ہم کو ضرورت نہیں پڑی ان ذرائع کی جس کی اب بات ہو رہی ہے، ۲۱/ اکیس سال میں ہم اپنے آپ کو لاچار اور محتاج سمجھ رہے ہیں دین کو تعلیم یافتہ طبقہ تک پہنچانے کے واسطے، آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی اکثریت اسلامک اسکولرس کے فالوورس ہیں، علماء حق جانتے بھی نہیں ہیں، علماء حق کے قریب جاتے بھی نہیں ہیں اور جاتے ہیں وہ انہیں حجر اسود سمجھ کر ہاتھ چوم کر دعا کی درخواست کر کے چلے جاتے ہیں، بیان نہیں سنتے ان کا، بیان کیوں نہیں سنتے؟ بیان اس لئے نہیں سنتے کہ مدرسی اصطلاحات کے اندر بیان کرتے ہیں اور لوگ اس زبان سے ناواقف ہیں، بے خبر ہیں۔

ہماری زبان کا حال:

اب صورت حال یہ ہے کہ جو زبان بولتے ہیں اور ہماری انجمنوں میں ہمارے بچے جو بہترین دھواں دار، لچھے دار تقریریں کرتے ہیں ان تقریروں کے اندر جو اردو زبان کا معیار ہے، جو اردو کا ادب ہے اس کے اندر کہا جا سکتا ہے کہ ۷۰ رستر فیصد الفاظ فارسی اور عربی کے ہیں، جتنے زیادہ یہ الفاظ استعمال کریں گے ہمارے زبان اتنی اچھی کہلائی جائے گی، ہماری اردو اتنی بہترین سمجھی جائے گی، ہم بہترین مقرر اور قادر الکلام آدمی کہے جائیں گے، اس وقت جتنا ہم اپنی اصطلاحات کا استعمال کریں گے، تعبیرات کو مختصر کریں گے، کلام میں زیادہ سے زیادہ ادبی چاشنی پیدا کریں گے تب جا کر ہمارے یہ مرصع، مقفع، مسجع اردو ہمارے سمجھ میں بھی نہیں آتی ہے، یہ جو ہو رہا ہے، اور اسی معیار کی جو کتابیں لکھی جا رہی ہیں اردو زبان میں، آج اس کے مخاطب قوم جن کے لئے کتابیں لکھی گئی ہیں، جن کے لئے تقریریں کی جا رہی ہیں اور سیکھی جا رہی ہیں ان کا حال یہ ہے کہ ہم ۷۰ رستر فیصد عربی اور فارسی بولتے ہیں اور وہ ۷۰ رستر فیصد انگریزی زبان استعمال کرتے ہیں اردو کے اندر، اب تو فیشن ہو گیا ہے کہ یہ جتنے بھی اسلامک اسکالرس ہیں یہ تو ایک لطیفہ ہی کے طور پر صحیح، میں سمجھتا ہوں جہاں ضرورت نہیں ہے وہاں بھی، تھوڑی دیر انگلش میں بولتے رہتے ہیں پھر تھوڑی دیر میں اردو میں بولنے لگتے ہیں، پھر تھوڑی دیر انگلش میں بولتے ہیں، کچھ الفاظ یہ بولتے ہیں اور کچھ الفاظ یہ بولتے ہیں، یہ تو خیر فیشن ہے، لیکن سماج کی مجبوری یہ ہے کہ ایک نوجوان آئے گا آپ کے پاس بیٹھے گا، آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہے گا، آپ اس مسئلہ کا جواب دیں گے، آپ

بولیں گے کہ بھائی دراصل بات یہ ہے،تو وہ بولے گا دراصل معنی؟ تو اب اس کو پہلے یہ سمجھانا پڑے گا،آپ کہیں گے کہ اگر مطلع صاف ہوتو، وہ کہے گا مطلع معنی؟اس کو پھر وہ بولنا پڑے گا کہ مطلع کسے کہتے ہیں،تو اگر عالم پہلے سے وہ زبان جانتا ہو جو مخاطب سمجھتی ہے،تو سمجھانا آسان ہوگا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراہیم:۴)

لسان قوم سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت:

تبیین ممکن ہی نہیں ہے اگر قوم کی زبان سے واقف نہیں ہے،تو کیوں آپ کہہ رہے ہیں کہ صاحب مدرسہ بدل دینا چاہ رہے ہیں،مدرسہ کو اسکول بنا دینا چاہ رہے ہیں،آپ کیوں کہہ رہے؟ ہمارا عالم بے بسی محسوس کررہا ہے،آپ کہہ سکتے ہیں کہ نہیں ہر عالم اپنی جگہ خطیب ہے،بہترین شہ سوار ہے،دیکھو ہر مسجدوں میں،جامع مسجد میں الحمد للہ ہمارا خطیب ہے،لیکن میرے دوستو دردمندل سے آپ سے پوچھتا ہوں کہ سننے والے نوجوان کتنے ہیں اس کے اندر؟ جب ہمارا بیان شروع ہوتا ہے تو چند لوگ اردو جاننے والے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں،جب ہمارا بیان ختم ہوتا ہے تو مسجد میں تین تین فلوور میں جگہ نہیں ہوتی لوگوں کے لیے؟ وہ کیوں نہیں آتے ہیں ہمارا بیان سننے کے لیے؟ اس لئے نہیں آتے کہ ہمارے باتیں ان کے سر سے اوپر کو جاتی ہے،سمجھ میں نہیں آتی ان کو کہ مولانا کہہ کیا رہے ہیں آخر؟ تو اس لئے ہم کو قوم کی فہم کے مطابق بولنے کے لئے عالم کو تیار کرنا ہے،جو چیز ہم کو نہیں آتی اس کے ہم دشمن نہ بنیں،مقولے کے مطابق،ہم جس چیز

کونہیں جانتے اس کے دشمن نہ بنیں، مولانا عبدالقوی صاحب نے ایک دن اسکول میں نہیں پڑھا مجھے تو کچھ بھی نہیں آتی اسکول، میں کچھ بھی واقف نہیں ہوں، لیکن اس کے باوجود میں کہہ رہا ہوں کہ ضرورت ہے تو کیوں کہہ رہا ہوں؟ اب تو ہمارے زندگی بھی زیادہ نہیں رہ گئی کہ صاحب ہم کو کچھ بننا ہے اور بڑھ چڑھ کر نام کمانا ہے، اب تو یہ درد ہے کہ اگلی نسل کے جو رہنما ہیں، جو اگلی نسل کو لیکر چلنے والے ہیں، جو دین کے بچانے والے ہیں، ایمان کی حفاظت کرنے والے ہیں، دشمنان اسلام کی شازشوں سے باخبر رہ کر مقابلہ کرنے والے ہیں وہ تو کم سے کم ایسے تیار ہو جائیں کہ ہمارے دلوں کو اطمینان ہو جائے کہ علماء کی اگلی کھیپ انشااللہ ملت کو سنبھالے گی۔

مدارس کے نصاب ونظام میں تبدیلی کی ضرورت:

اس کے لئے ہم کو یہ تبدیلی کرنا ہے اور یہ تبدیلی ہم کہیں تو آپ کو اعتراض کرنے کا حق ہے کہ آپ کیسے بول سکتے ہیں یہ تو نظام دیوبند کا ہے، یہ تو نظام حجت الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کا ہے، یہ تحریک تو امام ربانی مولانا گنگوہی کی ہے، تو جب تک ادھر سے اشارہ نہیں ملتا تو ہمارے آپ کے بولنے سے کیا ملتا ہے، میں نے تو رات میں بہت دیر تک اس سلسلہ میں مطالعہ کیا کہ آج کے اہم ترین اجلاس میں کچھ ضروری پوئنٹس پر اپنے دوستوں سے بات کرنا ہے، لیکن یہاں آنے کے بعد اس کا اندازہ ہوا کہ اس کا موضوع یہ نہیں ہے، اس کا موضوع یہ نیا نصاب ہے جو تیار ہوا ہے، اس کا موضوع یہ نظام ہے جو کچھ ۲/دو سالوں کے درمیان میں ہمارے علماؤں نے بنایا ہے، اس کا تعارف یہ اس کا

موضوع ہے، میرے ذہن میں یہ تھا کہ اصل موضوع یہ ہے کہ ذمہ داران مدارس کو قائل کرانا ہے کہ آپ کو یہ کام کرنا ہے، اور جب آپ اس کے کرنے کے لئے آمادہ ہوں اور ذہن ودماغ سب اس کے مطابق کرلیں تو یہ اگلے مراحل ہیں کہ کیسا نظام ہونا چاہئے، کیا کتابیں ہونی چاہئے، کیسے پڑھانا چاہئے، سب مع بعد کے مسائل ہیں، پہلا مسئلہ یہ ہے۔

عصری تعلیم کی شمولیت کے سلسلہ میں مولانا ارشد مدنی صاحب کے الفاظ:

شاید آپ کو اس سے اطمینان ہوجائے کہ ابھی ١٩/انیس دسمبر کو دارالعلوم دیوبند میں، رابطۂ مدارس اسلامیہ کی عالمی کی میٹنگ ہوئی، جس میں تقریباً ریاستوں سے نمائندگی ہوئی، سب لوگ اس میں شریک رہے، اور حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے ابتدائی خطاب کیا، اجلاس کے ایجنڈے پر روشنی ڈالنے کے لئے، وہ ایجنڈا بس یہی تھا کہ نئی تعلیمی پالیسی کی روشنی میں مدارس دینیہ میں عصری تعلیم کا مسئلہ، یہ اہم موضوع تھا، دوسرے بھی تھے، لیکن یہ اہم تھا، اسی پر حضرت نے ابتدائی تعارفی خطاب فرمایا، اس ابتدائی تعارفی خطاب میں فرمایا کہ جس زمانہ میں ہم نے دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ہے، ہمیں تمام ان علوم کو بھی پڑھایا گیا تھا جن علوم کی ضرورت اس زمانہ میں یعنی کتاب وسنت سے ہٹ کر بھی ایک عالم کو ہوتی ہے ہمیں پڑھایا گیا تھا، اب وہ کتابیں ایک ایک کرکے اس لئے ہٹادی گئیں کہ ان کی ضرورت نہیں رہی؛ لیکن اس کی جگہ پر جس کی ضرورت ہے وہ کتابیں آئی نہیں، لہذا اب جاکر وہ ایک خالص کتاب و سنت کا یعنی ہم کہتے ہیں نا کہ قرآن، حدیث وفقہاء اور ان کے اصول، اس میں کوئی

سمجھوتا نہیں ہے، یہ تو ہیں ہی، لیکن ان کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے سمجھ میں آنے کے مطابق بتلانے کے لئے لوگوں کے اپنے زبان فہم اور ماحول کے مطابق ان کے سامنے رکھنے کے لئے جو وسائل چاہئے تھے وہ کم ہو گئے ہمارے نظام کے اندر، ہمارے نصاب کے اندر، تو حضرت مولانا ارشد صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا اس مجلس میں سب کے سامنے جو پورے ملک کی نمائندگی ہو رہی تھی: دارالعلوم دیوبند یہ چاہتا ہے کہ ہر دینی مدرسہ میں عصری تعلیم شامل کی جائے، یہ مولانا کے الفاظ بعینہ میں آپ کو بتلا رہا ہوں، تا کہ اب آپ یہ نہ کہیں کہ صاحب دارالعلوم نہیں کہہ رہا ہے، دارالعلوم دیوبند یہ چاہتا ہے کہ ہر دینی مدرسہ میں عصری تعلیم شامل کی جائے اور پڑھائی جائے، پھر مولانا نے مہتمم صاحب کی طرف توجہ کر کے یہ فرمایا کہ مہتمم صاحب ایسا ضابطہ بنا دیجئے، کہ دارالعلوم اس کو داخلہ نہیں دے گا کہ جس کے پاس دسویں کی سند نہیں ہوگی، تو اب آپ کیسے بچے بھیجیں گے دارالعلوم کو داخلہ دلانے کے لئے، کس کو تیار کر کے بھیجیں گے؟ وہ داخلہ ہی نہیں لے گا تو تب کیا کریں گے آپ؟ اس لئے آپ کو ماننا ہوگا۔

نئی حکومتی تعلیمی پالیسی کے تسلط سے قبل تبدیلی کر لیں:

یہ تو ہے اس پس منظر میں، جو ملت کی دعوتی ودفاعی ضرورت کی بنیاد پر پہلے سے ہی سوچا جا رہا ہے، پہلے سے ہی اس پر غور کیا جا رہا ہے، لیکن ایک اور مصیبت جو سر پر کھڑی ہوئی ہے نئی تعلیمی پالیسی والی، اس کے بعد آپ سوچئے کہ اگر حکومت کا ڈنڈا پڑے گا تب کیا کہیں گے کہ صاحب مدرسہ کو ماڈرن بنانا ہے، تو حکومت سے بھی لڑو گے

کیا کہ ماڈرن بنانا ہے، جب حکومت کا ڈنڈا پڑے گا تو ماننا ہی پڑے گا نا بھائی، ملک چھوڑ کے تو جانا نہیں ہے، یہ کوئی حلال وحرام کا مسئلہ نہیں ہے کہ ہم کھڑے ہو جائیں مقابلہ کے لئے، یہ تو انتظامی مسئلہ ہے، حکومت یہ کہے گی کہ بھائی ہم بس یہ چاہ رہے ہیں کہ آپ لوگ تعلیم یافتہ رہو، ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ آپ اپنا مذہب نہ پڑھو، ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ آپ قرآن نہ سیکھو، ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ آپ اپنی تہذیب نہ سیکھو، ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ بھی پڑھو، تو جب وہ مسلط کرے گی، جیسا کہ UP کے بعض علاقوں سے بات سامنے آئی جو مدرسہ بورڈ کے اسکول ہیں، مدرسہ ہیں ان کے متعلق کہ انہیں یہ پابند کیا جانے والا ہے کہ ۲/دو بجے تک کوئی دوسری تعلیم نہیں ہوگی، یہی تعلیم ہوگی ۲/دو بجے تک، اب ۲/دو بجے کے بعد سے آپ مذہبی نظام چلا لیں، تو ان کے بولنے سے پہلے ہم کیوں نہیں بنا لیتے ایسا نظام، ایسا نظام بنا کر ہم ضرورت کی تعلیم سے اپنے علماء کو آراستہ کیوں نہیں کر سکتے، ہمارا مقصد بالکل یہ نہیں ہے کہ ہمارا عالم نہیں کھا رہا ہے، بھوکا رہ رہا ہے، محتاج بن گیا ہے، لوگوں کے نوالوں، لوگوں کے ٹکڑوں پر پل رہا ہے، معاذ اللہ کبھی ہمارے دل میں یہ خیال نہیں آیا، عالم باعزت روزی کھا رہا ہے، باعزت زندگی گزار رہا ہے، دوسرے لوگ فخر کر رہے ہیں، اس طرح عالم زندگی گزار رہا ہے، اس کے لئے نہیں پڑھان چاہ رہے ہیں کہ وہ دو ٹکے کمائے گا یہ پڑھ کر کے، اس کے لئے پڑھانا چاہ رہے ہیں کہ دعوت دفاع آپ کے مقاصد میں سے ہے اور وارث نبی ہونے کی حیثیت سے آپ کی ذمہ داری اور فریضہ ہے وہ بھی تو ادا

نہیں کر پارہے ہیں، جب وہ بھی نہیں ادا کر پارہے ہیں تو ہم کس کام کے عالم ہیں، یہ اپنے ہی عمل سے تو نجات نہیں پاجائیں گے، کتنے ہی متقی بن جائیں، کتنے ہیں عبادت گزار بن جائیں، ملت کو مصیبتوں میں، الحاد میں، زندقہ میں چھوڑ کر ہم اللہ کے یہاں بچ جائیں گے؟ جنت میں چلے جائیں گے؟ تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ امت کہاں جارہی ہے آج، آج ۸۰/اسی فیصد میں کہہ سکتا ہوں کہ تعلیم یافتہ طبقہ کے افکار ونظریات ملحدانہ ہیں، جتنے ملحد انٹرنیٹ پر بیٹھ کر اسلام سمجھا رہے ہیں، ان کو وہ زیادہ اپیل کرتے ہیں ہمارے سمجھانے کے مطابق، وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ حق بول رہے ہیں، وجہ یہ ہے کہ وہ ان کی فہم کے مطابق بول رہے ہیں، حق تو ہمارے پاس ہے لیکن ہم ان کی فہم کے مطابق نہیں بول سکتے، بس اتنی ضرورت سے پڑھنا ہے اس کو، اس سے زیادہ کوئی مقصد ہمارا نہیں ہے۔

مقصد کو سمجھیں:

یہ مقصد کوئی آپ کے بڑے رستے سے نہیں ہٹ گئے ہیں، ہمارے فکریں دیوبند سے منحرف نہیں ہوگئی ہیں، ہم نے اکابر کے راستے کو چھوڑ کر کسی دوسری جانب جانے کی کوشش الحمدللہ نہیں کررہے ہیں، اللہ کا ہم شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں ایسی گمراہی میں مبتلا نہیں کیا، آئندہ بھی نہ کرے اللہ پاک، ہمارا مقصد صرف یہ ہے، اس کے لئے سوچا جارہا ہے، اس کے لئے غور کیا جارہا ہے، ابھی دارالعلوم دیوبند نے پھر بنادی ہے ایک ذیلی کمیٹی جس کو کام دیا ہے کہ جلدی جلدی یعنی ایک ایک مہینہ کے فاصلے سے

بیٹھ کر کر کے، ان مسائل پر غور کر کے وہ سفارشات لائیں، پھر امید ہے کہ رابطۂ مدارس اسلامیہ دار العلوم میں جب حالات اچھے ہوں گے، تو شاید پورے ملک سے نظماء مدارس کا طلب کرے گا اور ان کے سامنے اس ایجنڈرے کو رکھے گا، آپ کو کل قبول کرنا ہے، کرنا ہے، کرنا ہے، ابھی اپنے اسٹیٹ کی حد تک جو کوشش کی جارہی ہے، ذہن سازی کی جارہی ہے، تو آپ اس کو اپنی ضرورت سمجھئے، اس کو سنجیدگی سے لیجئے، یہ جو پیش کیا گیا ہے۔

مصیبت سے قبل اس کا حل نکالیں:

بل کا حوالہ تو اس کے کچھ مضمرات ہیں، اس کے اندر کچھ چھپی ہوئی چیزیں ہیں، جو انہوں نے کچھ قانونی مجبوریوں سے الفاظ میں اور تعبیرات میں نہیں ظاہر کی ہیں، لیکن جو ماہر ہیں، موجودہ حکومت کی ذہنیت کو سمجھ سکتے ہیں، جن لوگوں نے یہ نظام لاگا ہے وہ 1925 سے لیکر کے 2014 تک ۹۰/سال کے اندر یہ بنایا ہے بڑی عرق ریزی سے، خاموشی سے، عملی سیاست سے، جدا رہ کر، شہرت اور شور سے علیحدہ رہ کر ایک کام کیا ہے، جڑیں مضبوط ہیں، مستحکم ہیں، طاقتور ہیں اور لاکھوں نفوس تیار کر لئے ہیں، جو ان کے کام کو آگے بڑھانے والے ہیں، اب یہ ہم لوگ سوچتے ہیں، ابھی تو آرڈر نہیں آیا نا تو کیا پریشانی ہے، ابھی تو ایسا شروع نہیں ہوا ہے نا تو کیا پریشانی ہے، جس دن شروع ہوگا اس دن ہمارے پریشانی کا کیا حال ہوگا، اس وجہ سے عقلمند وہ نہیں ہوتا جو مصیبت آنے کے بعد، آگ لگنے کے بعد غور کرے، عقلمند وہ ہوتے ہیں جو پہلے سے غور

کریں، پہلے سے سوچیں، ہم ایک بند لگا رہے ہیں، اب اس میں بھی کئی پرابلم ہیں ایک تو یہ ہے کہ بھائی نصاب کی بات آئی ہے، یہ کتاب کا افتتاح ہے آج، یہ نظام دونوں ہمارے دونوں عالموں نے احسان صاحب نے اور ہمارے مولانا عمر عابدین صاحب نے آپ کو بتایا ہے، میں نے اس سلسلہ میں بھی یہ کہا تھا کہ ان بچوں کے نام سے دور کے بہت سے علماء واقف نہیں ہیں اور مدارس والے بھی واقف نہیں ہیں، اس لئے تعارف اس طرح ہونا چاہئے تھا کہ یہ حضرات ان مدارس کے فلاں فلاں عالموں کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ کام کر کے ہم کو دئے ہیں اور ہم آپ کو دے رہے ہیں، تا کہ یہ سمجھ میں آئے کہ سینئر کی علماء کی پیش کش ہے یہ، یہ جونیئر علماء کی پیش کش نہیں ہے، تو اس نظام کی بھی ذرا ترتیب صحیح نہیں بن سکی، ان لوگوں کے سامنے صحیح طریقے سے تعارف نہیں ہو پا رہا ہے، بھائی یہ ان لوگوں نے نہیں پیش کیا، ہم نے ان کو بٹھایا کہ بھائی آپ یہ کام کیجئے، حضرت مولانا نے اس مسئلہ کو سب سے پہلے اٹھایا، اس مسئلہ پر کئی میٹنگیں ہوئیں، پھر ہر بڑے مدرسہ کے ذمہ دار کو شریک کیا گیا، اس ذمہ دار کو ٹائم نہیں تھا تو اس نے اپنا نمائندہ منتخب کیا، پھر یہ کمیٹی ہم لوگوں کی نمائندگی کر رہی تھی، یعنی حیدر آباد کے تمام بڑے مدارس کے نظماء کی نمائندگی کر رہی تھی، پھر اس نے بنایا، پھر سامنے رکھا، پھر رد و بدل کیا، پھر سامنے رکھا، پھر یہ کیا، پھر اس کے بعد ابھی بھی بہت مسئلے ہیں، اس کے باوجود میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں، کہ یہ ایک تقریبی نظام ہے، خاکہ ہے، آپ میں ایسے ایسے قابل علماء ہیں، جو اس سے اچھے اور اس سے بہترین بنا سکتے ہیں، اندھا دو آنکھیں چاہتا

ہے، آپ سے صرف اتنا چاہتے ہیں، اپنے مدرسہ میں عصری تعلیم بھی شامل کیجئے، کیسے بھی کیجئے، آپ خود بنائے، یہ مت لیجائے، یہ مت قبول کیجئے، آپ خود بنائیے، ہر مدرسہ میں نظامت تعلیم ہے، ہر مدرسہ کے اندر اس کے ماہر موجود ہیں، تو آپ ہی بنا لیجئے، ہم اس کو بھی مسلط کرنا نہیں چاہتے، بلکہ خاکہ بنانا چاہ رہے ہیں، کوئی ناممکن سمجھ رہا ہے، تو ممکن ہے، اتنا اس کو بتا دینا ہے، کیسے سیٹ کریں بھائی اس کو بتلاؤ ایسے سیٹ کریں، یہ بتلانے کے لئے تقریبی خاکہ ہے، قطعی اور حتمی فیصلہ نہیں ہے کہ ہر مدرسہ ایسا ہی پڑھائے اور یہی ہمارا نظام قبول کرے، یہ بات میں آپ کے سامنے واضح کردی، جہاں تک اکابر کی بات ہے تو چونکہ ہمارے ان پروگراموں میں ہونا یہ چاہئے کہ ہر ایک کو الگ الگ موضوع دینا چاہئے، تاکہ اعادہ نہ ہو، ہر کوئی وہی باتیں کریں ایسا نہ ہو، تو اس لیے بہت سی چیزیں میں سمجھ رہا ہوں کہ میں مکرر بول رہا ہوں اور ٹائم لے رہا ہوں آپکا۔

حالات کے تناظر میں عصری تعلیم کے سلسلہ میں اکابر کی آراء:

لیکن ایک بات مثال کے طور پر بتلاتا چلوں کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کرنول تشریف لائے، تو بابائے اردو نے ان سے کہا کہ حضرت دارالعلوم دیوبند میں عصری تعلیم بھی شامل کرلیجائے، تو کیا حرج ہے، تو حضرت نے اس کے جواب میں اتنا جملہ کہا اس حماقت کا فائدہ؟ تو یہ کسی زمانہ میں حماقت ہی تھی، اس وقت حضرت نے برحق جواب دیا، بجا جواب دیا، جرأت سے جواب دیا، ایک بڑے ملک کے قابل شخصیت کو جواب دیا، اس حماقت کا فائدہ؟ یہ سوال کیا اور پھر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، بات ختم

ہوگئی۔

شیخ الحدیثؒ کے سامنے کسی نے کہا کہ کوئی صنعت وحرفت سکھا دینا چاہئے،تو چونکہ یہ معاشی بنیادوں پر مشورہ تھا، یہ دعوت ودفاع اور مقاصد کی بنیاد پر نہیں تھا،تو شیخ نے فرمایا میں مدرسہ چلارہا ہوں،آپ بازوں میں ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کرلیجئے،آپ وہ سکھائے، میں وہ سکھاتا ہوں جو مجھے آتا ہے، جو میں کررہا ہوں، مجھے اس کا مشورہ کیوں دے رہے ہیں جو مجھے نہیں آتا ہے؟ آپ کیوں نہیں کرتے ملت کے اوپر احسان،تو یہ بھی جواب معقول جواب تھا، بالکل سامنے والے کے سوال کے مطابق تھا، کیونکہ اس کے مشورے کا مقصد معاشی تھا، کہ صاحب ان کی معاش درست ہوجائے، یہ دوسرے کا بوجھ نہیں بنیں گے،اس لئے حضرت نے ایسا جواب دیا، پھر فرمایا ہم نے جان بوجھ کے ان علماء کو لولھا،لنگڑا رکھا ہے دینوی وسائل سے،تاکہ یہ لوگ بھی انسان ہیں، جب کمانے کے رستے جانیں گے تو ان کا نفس انہیں کمانے پر لیجائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ ملت بے سہارا ہوجائے گی، بے قائد ہوکررہ جائے گی،محراب خالی ہوجائیں گے،ممبر ترستے رہے ہیں گے خطیبوں کے لئے،اس لئے ہم نے قصداًایسا کیا ہے۔

توآج ہم ان سب مقاصد کو لیکر چل رہے ہیں،ان میں سے کسی کو بھی فوت کرنا نہیں چاہتے،اس وجہ سے میرے دوستو ہماری یعنی تمام اکابر کی جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ نیتوں پر شبہ مت کیجئے، جتنے بھی لوگ کوشش کررہے ہیں، جتنے بھی لوگ اس سلسلہ میں فکر کررہے ہیں،آج آپ کہہ رہے ہیں مولانا بانعیم صاحب کو،کل آپ میری اس

بات کو سننے کے بعد مولانا ارشد صاحب کو بھی کہیں گے، پھر آپ مولانا ابوالقاسم نعمانی صاحب کو بھی کہیں گے، جب سبھی کو آپ قرار دیں گے، آپ کے فیصلہ کی ترازو میں ملک کا کوئی عالم دین بچے گا نہیں، اترے گا نہیں، تو بھائی آپ کا رشتہ ہی کہاں رہا اپنے بڑوں سے، بڑوں سے رشتہ ختم ہو گیا آپ کی اپنی لائن ہے، آپ کا اپنا راستہ ہے، یہی ہو جائے گا۔

عصری تعلیم کے سلسلہ میں اکابر کی فکر:

آج سے ١٠٠ ر ایک سو سال پہلے حضرت علامہ انور شارہ کشمیریؒ نے دارالعلوم دیوبند کی شورہ میں رجسٹر مشورہ میں درج کروایا کہ دارالعلوم شعبہ انگریزی قائم کرے اور علماء کو اس سے آراستہ کرے، آپ سوچ سکتے ہیں کہ اگر اس وقت میں یہ بھول نہ ہوتی تو آج جتنے دفاع کے مورچوں پر ہمارا عالم نہیں ہے، وہاں پر ہمارا عالم موجود ہوتا۔

سنسکرت کو پڑھنے کی ضرورت پیش آئی تاکہ مناظرے مقابلے ہو رہے تھے ہندوؤں کی طرف سے تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے مظاہر علوم سہارنپور کے نصاب میں سنسکرت کو شامل کرایا، جب حضرت کو بتلایا گیا کہ اچھی طرح سے پڑھانے والا کوئی معلم مسلم نہیں مل رہا ہے کہا کہ ڈھونڈتے رہو، ڈھونڈتے ہو یہاں تک کہ ایک نو مسلم ملے، جو برہمن تھے اور مسلمان ہو گئے تھے، ان کو بلا کر حضرت نے مظاہر میں تقرر کرایا، تو آپ کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہے، جمود اور تعطل یہ صحیح نہیں ہے، تصلب اچھی بات ہے، تعصب اچھی بات نہیں ہے، ایسا لگ رہا ہے کہ ہم لوگ تعصب کی شکار ہو گئے ہیں، اس معاملے میں، مدارس کے نظام کے سلسلہ میں، تعصب نہیں تصلب ٹھیک ہے۔

میرے سامنے جو نوٹ لکھے ہوئے تھے، وہ بہت سے مسائل کے تھے، وہ مسائل مدرسہ والے پیش کرنے سے پہلے ہم سے انفرادی ملاقاتوں میں جو سامنے آچکے ہیں، کیونکہ ۱۰/دس ۱۲/ بارہ سالوں سے ہم اپنے پورے سفروں میں، ہر مدرسہ میں، ہر بڑے مدرسہ میں اس سلسلہ میں گفتگو کررہے ہیں، تو ان کی طرف سے جو ردعمل سامنے آئے تو میں نے اس کو نوٹ کیا تھا کہ اگر یہ مجلس اس سلسلہ کی ہے تو اس پر ہم غور کریں گے اور اس کا حل نکالیں گے، البتہ شروع کے تجزیوں میں بعض ایسے تبصرے آگئے جو میرے مخلص دوست ہونے کے باوجود میں کہوں گا کہ بس وہ ایک لطیفہ کی بات ہوگئی، وہ مسئلہ کا حال نہیں ہوگیا، جیسے مثال کے طور پر ہمارے مولانا غیاث احمد رشادی صاحب زید مجدہ بہت مخلص عالم دین ہیں، میرے ان سے اچھے مراسم اور محبت ہے، اسی لئے کہہ رہا ہوں اگر وہ موجود ہیں یا نہیں ہے تب بھی کہہ رہا ہوں کہ مولانا نے یہ کہا کہ بھائی فائنانس کا مسئلہ ہے تو ہر عالم کے جیب میں بہت بڑے بڑے دولت مند پڑے ہوئے ہیں، وہ پتے نکال لو، پھینک لو اور کام کرلو مدرسہ چل پڑے گا۔

مدارس چلانا آسان کام نہیں ہے:

اتنا آسان مسئلہ نہیں ہے، یہ چھوٹے چھوٹے مدارس والے کیسے ٹکے ٹکے جوڑ کر مدرسہ چلاتے ہیں، جو ناظم مدرسہ نہیں ہے وہ نہیں سمجھ سکتا مسائل کو، اس لئے ہمیں نظماء کے ساتھ، کمیٹیوں کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے کی ضرورت ہوگی، یقیناً کام کرنا ہے مایوس نہیں ہونا ہے، ہمت نہیں ہارنا ہے، میں اپنی زبان سے دارالعلوم دیوبند کے لئے مسجد

اکبری میں ۰۰۰۰۰۰۰ ۳۰؍تین کروڑ کے کے بجٹ کا اعلان کیا ہوں، اپنی زبان سے ۰۰۰۰۰۰۰ ۳۲؍بتیس کروڑ کے بجٹ کا اعلان کیا ہوں، لوگ وہ بھی دے رہے ہیں، یہ بھی دے رہے ہیں مدرسہ بند تو نہیں ہوا، تو انشاالله کام ہوگا، پر یہ ہے کہ اتنی آسانی سے ہم اڑا تو نہیں سکتے، کئی مدرسے ایسے ہیں جن کو کتنی مصیبت سے چلانا پڑے گا، اب اشرف العلوم، دارالعلوم وغیرہ ہیں، تو بڑے بڑے مدارس ہیں، ان کو اتنی مشکل پیش نہیں آئے گی، جتنا قصبوں میں چلنے والے مدارس ہیں، جتنے دیہاتوں میں چلنے والے مدارس ہیں، جب ایک نظام کی سفارش کریں گے تو ہر ہر مدرسہ کو شریک ہونا ہے، جب ہر ہر مدرسہ کو شریک ہونا ہے تو ہر ایک کے پروبلم پر ہم کو غور کرنا ہوگا، صرف حیدرآباد کے مدرسوں کا تو نہیں دیکھنا ہے ہمیں، ہر ایک کے پرابلم کو دیکھنا ہوگا، بعض ایسے مدارس ہیں کرناٹک کے اندر کہ وہاں جاکر وہ مدرسہ چل رہا ہے وہی معجزہ ہے الله اکبر، وہاں پر وہ مولوی صاحب اس قابل بھی نہیں ہے کہ انہیں یہ معلوم ہو کہ ٹرسٹ کیا چیز ہے، وہ اس لائق بھی نہیں ہے کہ مدرسہ رجسٹرڈ بھی نہیں ہے یا نہیں ہے، ان کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ ان کے زمین کے کاغذات صحیح ہے یا نہیں ہے، بس یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ مدرسہ چل رہا ہے اور بچے پڑھ رہے ہیں، حافظ بن رہے ہیں، امام بن رہے ہیں، ماشاالله کیا کیا ہوگیا، لیکن اب حالات بدل گئے، اس لئے حالات کے اعتبار سے چلنا ہے، دارالعلوم کے رابطہ مدارس نے بار بار یہ بات کہی دو راستوں کو صحیح کرو مدارس کے اندر، ایک مالیات کا نظام بالکل ٹھیک ٹھاک، صاف ستھرا ہونا چاہئے، دوسرا مدرسہ کے اندر اپنی پروپرٹی کے

دستاویزات صاف ستھرے ٹھیک ٹھاک ہونے چاہئے، اگر گورنمنٹ گھسے گی تو یہی دو چور راستے ہیں انہیں سے گھسے گی، اور کسی راستے سے نہیں گھس سکے گی، کیوں اس لئے کہ بنیادی حقوق میں وہ دخل نہیں دے سکتی، اس لئے دوسرے راستوں سے نہیں آئے گی، یہ ہمارے سب پڑے ہوئے ہیں بالکل ایسے کہ الامان، الحفیظ ۲/دو سال ملے لاک ڈاؤن میں اگر یہ سب صحیح کرتے ہم تو ہمارے مدرسوں کا بڑا اچھا نظام بن سکتا تھا، بے کاری کے دنوں میں ہم یہ کر سکتے تھے، لیکن کہاں فکر ہے، توجہ ہی نہیں ہے، اس لئے میرے بات یہ ہے کہ ترجیح یہ ہے کہ پہلے اپنے نظماء کو متفکر بنایا جائے، پہلے اپنی کمیٹیوں کو، ذمہ داروں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے، وہ احساس اتنا دلا دیا جائے اب ان من یہ کہے کہ آگے کیا کرنا چاہئے مولانا تو اس کے بعد ہم ماہرین کو لیں گے، ماہرین کو لیکر ان کی مدد کریں گے، ان کے ایک ایک مسئلہ کو حل کریں گے، لیکن ابھی تک یہ کام نہیں ہو سکا کہ ہم آپ کے ضمیر کو قائل کر سکیں، اس وقت ہم کہیں کہ ہاتھ اٹھاؤ تو ہاتھا اٹھا دے گا پورا مجمع، لیکن وہ چلانے والے بھی نہیں ہے بہت کم ہے چلانے والے مدرسہ، وہ بھی ہاتھ اٹھا دیں گے کہ ہاں ایسا ہی ہوگا، لیکن میں کہوں گا کہ بھائی آپ تو مدرس ہو آپ کو اٹھنے کو کہے تو اٹھنا ہے، بیٹھنے کو بولے تو بیٹھنا ہے، یہ پڑھنانے کے کہے تو یہ پڑھانا ہے، وہ پڑھانے کو کہے تو وہ پڑھانا ہے۔

ماہر اساتذہ کا تقرر کریں:

اس کے علاوہ مسئلہ کہ ہمارے مدرسہ کے اندر جب ہم ان کے تقررات

کریں گے تو اسکول ایجوکیشن کو پڑھائیں گے، تو اس کے لئے ماہر کو رکھنا ہوگا، جیسا کہ حضرت مولانا عبید الرحمن صاحب نے کہا اور احسان صاحب نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ رسمی سند نہیں بلکہ باقاعدہ علم آئے اور اصل مقصد تو وہی ہے نا، تو اس کے لئے اچھے استاذ کو رکھو، جب اچھے استاذوں کو رکھو گے تو سماج میں ان لوگوں کا جو اسکیل ہے تنخواہوں کا وہ پوچھیں گے، ابھی تک مدرسوں میں ایک اللہ کے خاص نظام کے تحت جو مدرسین کام کررہے ہیں وہ قناعت وایثار کی بنیاد پر کام کررہے ہیں، یہ لوگ تو قناعت وایثار کی بنیاد پر نہیں آئیں گے، کیونکہ ان کو پڑھایا گیا ہے دنیا کو کمانے کے لئے، عصری تعلیم کے مقاصد میں بنیادی مقصد معاش کو درست کرنا ہے، اس لئے وہ تو اس کے ذریعہ معاش ہی بنانا چاہتے ہیں، ہماری تعلیم کا مقصد معاد کو درست کرنا ہے اس لئے ہم نے معاش میں ایثار کرلیا، وہ تو نہیں کریں گے، جب وہ نہیں کریں گے تو ان کو ان کے لیول کی تنخواہ دینا پڑے گا، جب ان کو دیں گے ایک چھت کی نیچے اللہ کے دین کے حامل کو کم کیسے دیں گے اور اس کو زیادہ کیسے دیں گے؟ جب دونوں کو برابر دیں گے تو یہ بجٹ جو آسمان کو چھونے لگے گا اس بجٹ کا انتظام کھیل تماشے سے ہوجائے گا، یا کسی مجلس میں بیٹھ کر تقریر کرنے سے ہوجائے گا؟ اس کے لئے کتنی محنت کرنی پڑے گی، پاپڑ بیلنے پڑیں گے، اس کے لئے کوشش کرنی پڑے گی، میرے خیال میں اس کے لئے تو ایک اور کام بھی کرنا پڑے گا، کہ ہر علاقہ کے متمول لوگوں کو، تاجروں کو، بڑے بڑے اسکول چلانے والوں کو جمع کرکے ان کو مدرسوں کی ہیلپ کرنے پر آمادہ کرنا پڑے گا، تب جاکر کے یہ کام

ہوگا، تو یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، پہاڑ ہے پہاڑ، اس کو حل کرے بغیر ہم اپنا اگلا قدم نہیں اٹھا سکتے کہ یہ کتاب پڑھالو، یہ کتاب پڑھالو، یہ قدم ہم نہیں اٹھا سکتے، ہمیں اس مسئلہ کے لئے کوشش کرنی ہوگی، پھر ایک مسئلہ ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ جب عصری تعلیم یافتہ اچھے لوگ لاکر رکھے جائیں گے، ضروری نہیں ہے سب متدین قسم کے ہمیں مل جائیں، تو ان کی وجہ سے ایک ماحول پر اثر پڑے گا، میں پانچ سال سے تھوڑی کوشش کر رہا ہوں، اور جو لوگ پڑھا رہے ہیں اساتذۂ کرام وہ اساتذہ بھی بڑی محنت سے پڑھا رہے ہیں، لیکن ساتھ ساتھ کبھی وہ اپنے ذہن کے مطابق بچوں کو یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ دیکھو ابھی موقع ہے، دسویں کرلو، فلاں جگہ نوکری مل سکتی ہے، فلاں یونیورسٹی میں تمہیں اچھا داخلہ مل سکتا ہے، اس طرح وہ ہماری پوری کھیتی کو آگ لگا دیتا ہے۔

ہمارے سامنے یہ مسائل درپیش ہیں، یہ پرابلمس ہیں، ہمیں سوچنا ہوگا کہ ان کا تقرر بغیر ان کی ذہنی تربیت کے نہ کیا جائے، انہیں سمجھایا جائے تو آپ کو قوم کے لیے جینا ہے، آپ کے ملت کے لیے جینا مرنا ہے، ہم ایسا اسٹاف بنائیں، اس کے بہت مسائل ہیں، اتنا آسان کام نہیں ہے کہ ہم ایک نصاب ونظام بنادیں اور مدرسوں میں پیش کردیں کہ بھائی اس نصاب ونظام کو شروع کردو۔

اسی لیے میں نے یہ چند باتیں آپ حضرات کے سامنے رکھی ہیں، کسی کی تنقید میرا مقصد نہیں ہے، کسی کی دل آزاری مقصد نہیں ہے، سب اپنے ہیں، سب اپنی برادری کے لوگ ہیں، اس لیے میں نے کچھ صاف صاف بولنے کو بہتر سمجھا اور آپ سے میں

صاف صاف گفتگو کررہا ہوں، اس سے قبل بھی یہ موضوعات کے تعین کا کام دو مرتبہ ہو چکا ہے؛ لیکن پھر بھی اصل موضوعات سامنے نہیں آرہے ہیں، اس کے اوپر گفتگو ہی نہیں ہورہی ہے، اور اس سلسلہ میں ہماری بحثیں ہی نہیں ہورہی ہیں، اس کے لیے ہمیں اپنا وقت لگانا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہماری اس مجلس کو قبول فرمائے اور جس مقصد کے لیے یہ مجلس منعقد ہوئی ہے اس مقصد میں کامیابی عطا فرمائے، آمین۔